OPEN ACCESS
Al-ISRA
﴾International Journal of
Islamic Thought﴿
ISSN: 2959-3603
www.israjr.com

Al-ISRA
Vol.:5, Issue: 1, Jan -March 2026 PP: 363-376

# حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ: حیات، تعلیمات اور برصغیر میں فکری و روحانی خدمات کا تحقیقی مطالعہ

# *A Scholarly Study of the Life, Teachings, and Intellectual and Spiritual Contributions of Hazrat Baba Fariduddin Masood Ganjshakar (RA) in the Indian Subcontinent*

**Dr. Muhammad Akram Rana**
*Dean Islamic studies, Minhaj University Lahore*
*Email: dean.cosis@mul.edu.pk*

**Dr. Muhammad Shah**
*Darbar Haqqani Makhdoom Rasheed Multan*
*Email: headmasterges2mr@gmail.com*

## Abstract

*This research article examines the life, spiritual legacy, and multifaceted services of Hazrat Baba Fariduddin Masood Ganj Shakar (RA), one of the most distinguished saints of the Chishti Sufi order in South Asia. The study explores his biography, intellectual and spiritual formation, ethical teachings, and enduring contributions to Islamic thought, social reform, and the promotion of human values. Particular attention is given to his emphasis on piety, humility, compassion, tolerance, service to humanity, and remembrance of God, which played a vital role in shaping the moral and spiritual landscape of the region. Using historical and analytical research methods, the article evaluates primary and secondary sources to highlight Baba Farid's influence on religious scholarship, vernacular literature, and intercommunal harmony. His teachings are examined within their historical context as well as their continuing relevance to contemporary society, especially in addressing moral decline, social fragmentation, and spiritual alienation. The study concludes that Baba Farid's message of love, sincerity, moderation, and universal brotherhood remains a significant source of guidance for individuals and communities seeking ethical and spiritual renewal.*

**Keywords:** *Baba Fariduddin Masood Ganj Shakar, Chishti Order, Sufism, Islamic Spirituality, South Asian History, Social Reform, Ethics, Human Values.*

CC BY

## تمہید

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر ساتویں صدی کے کبار صوفیا میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں، جس قدر ریاضات و مجاہدات، فقر و شوق جیسے ظاہری اور باطنی آپ کو حاصل تھے اہل طریقت میں سے کسی شخص واحد کو مجموعی طور پر میسر نہ تھے۔ مریدین کی تربیت میں آپ ید طولیٰ رکھتے تھے۔ علم شریعت اور علم طریقت پر یکساں دسترس کے حامل تھے۔ سب سے عجیب بات یہ ہے کہ صفائے باطن سے آپ کو اس قدر محبت تھی کہ ابتدائے حال سے لیکر انتہاتک آپ ہمیشہ یکساں ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے بلند پروازی کا یہ عالم تھا کہ دنیا کی کسی مراد کیلئے اپنا سر نہ جھکایا اس کے باوجود لوگوں سے اس قدر تواضع اور اخلاق سے پیش آتے کہ خلقت آپ کے حسن سیرت کی گرویدہ رہی۔[1] صاحب سیر الاولیا محمد کرمانی (۷۷۹ھ) جو کہ نظام الدین اولیاء کے مریدوں سے تھے نے بابا فرید کا تعارف ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

''فرید وہ عظیم بزرگ ہے جس نے ہندوستان کو (جو ظلمت اور معاصی کے دریا میں غرق تھی)، بحر ظلمات سے نکال کر شاہراہ با مراد پر لا کھڑا کیا، فرید ہی وہ ہستی ہے جس نے دہلی جیسے بارونق شہر میں کہ جہاں مشائخ وعلماء کا جم غفیر ہو اپنی انفرادیت برقرار رکھی، یہی نہیں بلکہ پھر اس سرسبز و بارونق شہر کو چھوڑ کر جہاں بھی گئے خلقت ہمیشہ آپ کی گرویدہ رہی۔[2]

انسان دوستی اور محبت کے جن جذبوں کو حضرت معین الدین چشتی اجمیری نے عام کیا تھا بابا فرید کی بدولت ان کی تکمیل ہوئی آپ وہ پہلے صوفی بزرگ ہیں جنہوں نے تصوف کو برصغیر میں ایک عوامی تحریک کی صورت دی۔ آپ کے ہاں اگر چہ اپنے مشائخ کی طرح شریعت و طریقت میں ہم آہنگی اور میل پیدا کرنے کا رجحان غالب ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ آپ کے ہاں مقامی تہذیب و ثقافت کے اثرات ان کے پیش رو صوفیا کی نسبت کہیں زیادہ نظر آتے ہیں۔[3]

بقول قاضی جاوید:

''ایک لحاظ سے وہ تصوف کی اس صورت کی نمائندگی کرتے ہیں جسے ہندی مسلم تصوف کا نام دیا جا سکتا ہے۔''[4]

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کی دین اسلام کی اشاعت کے سلسلہ میں خدمات اپنی جگہ ایک مسلمہ حقیقت کے طور پر ہمارے سامنے ہیں۔ اعجاز الحق قدوسی لکھتے ہیں:۔

''حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رشد و ہدایت سے نہ صرف مسلمان ''مسلمان'' بنے بلکہ غیر مسلموں کی ایک بڑی تعداد نے اسلام قبول کیا کہا جاتا ہے کہ تقریباً سترہ (۱۷) غیر مسلم قوموں نے آپ کی تبلیغ سے اسلام قبول کیا۔''[5]

### حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کی حالات زندگی

بابا فرید الدین گنج شکر کا سلسلۂ نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ کتنے واسطوں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے تو اس بارے میں کافی اختلاف موجود ہے بعض روایات میں ۱۰، بعض میں ۱۲ اور بعض میں ۱۸ واسطوں کا ذکر ہے۔ البتہ قرین قیاس سلسلۂ نسب درج ذیل ہے۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر بن حضرت شیخ جمال الدین سلیمان بن حضرت شیخ قاضی شعیب بن حضرت شیخ احمد بن حضرت شیخ یوسف بن حضرت شیخ محمد بن شیخ شہاب الدین المعروف بادشاہِ عادل فرخ شاہ کابلی بن شیخ نصیر فخر الدین محمود بن شیخ سلیمان بن شیخ مسعود بن شیخ عبداللہ واعظ اکبر بن ابوالفتح بن شیخ اسحاق بن حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم بن سلیمان بن ناصر بن عبداللہ بن عمر خطاب۔[6]

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے والد حضرت شیخ جمال الدین سلیمان متقی اور عبادت گزار تھے آپ صلوٰۃ کے پابند اور سنتِ رسول ﷺ کے پیکر تھے۔ آپ کا مزار کوٹھے والا میں آج بھی مرجعِ خلائق ہے۔ حضرت شیخ الھدایہ بن شیخ عبدالرحیم نے سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ آپ سُلطان محمود غزنوی کے رشتہ میں بھانجے ہیں۔ [7]

آپ (بابا فرید) کی والدہ قرسم خاتون بہت عبادت گزار اور با عصمت خاتون تھیں بابا فرید گنج شکر کے والد ماجد عالمِ شباب میں فوت ہو گئے تو آپ کی والدہ نے نہایت ذمہ داری سے اسلام کے زریں اصولوں کے مطابق اپنی اولاد کی پرورش کی۔ آپ مولانا وجیہہ الدین خجندی کی صاحبزادی تھیں۔ [8] یہ امر بھی پیشِ نظر رہے کہ چشتی بزرگوں کی تربیت میں ان کی ماؤں نے نہایت اہم کردار ادا کیا[9] شاید یہی وجہ ہے کہ بابا فرید الدین گنج شکر کی والدہ نہایت نیک تھیں اور احسن انداز سے فرید کی تربیت کی۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کا اسمِ گرامی مسعود جبکہ فرید الدین کا لقب حضرت فرید الدین عطار [10] نے ایک تقریب میں عطا کیا۔ [11] خاص و عام میں آپ نے جس نام سے زیادہ شہرت پائی وہ ہے ''گنج شکر'' اس بارے میں کئی روایات ہیں جن میں سب سے اہم کہ آپ کے شیخ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ (م ۶۳۳ھ) نے فرمایا: ''فرید تو ''گنج شکر ہے''۔ اُسی روز سے ہر کوئی گنج شکر پکارنے لگا۔ [12]

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کی پیدائش ملتان کے نواح میں مشرق کی سمت 12 کلومیٹر کے فاصلے پر بدھلہ روڈ پر واقع ایک قدیم قصبہ کھتوال جس کا موجودہ نام کوٹھے والا ہے۔ سنِ پیدائش میں بھی اختلاف ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے 584ھ [13] اور بعض نے 595ھ [14]، بعض نے 571ھ اور اکثریت نے 569ھ بمطابق 1173ء [15] درج کی ہے۔ ڈاکٹر عبدالمجید میمن کے نزدیک 569ھ ہی زیادہ درست ہے۔ [16]

حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے ابتدائی تعلیم اپنی والدہ سے حاصل کی جو بڑی پارسا خاتون تھیں انہوں نے بابا کی تربیت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور یوں گیارہ سال کی عمر میں ہی حفظِ قرآن کے ساتھ ساتھ دیگر بنیادی علوم کمال درجہ مہارت حاصل کر لی۔ [17] اسی زمانے میں آپ کی تعلیم، نیکی اور قابلیت کا چرچا پورے شہر میں پھیل گیا۔ حضرت بہاء الدین زکریاؒ بھی آپ کی کمال درجہ قابلیت سے بخوبی آگاہ تھے۔ آپ اس بات کے متمنی ہوئے بابا فریدؒ مزید تعلیم کے حصول کیلئے ملتان تشریف لائیں کیونکہ اس زمانے میں ملتان تمام عالم کا قبلہ اسلام اور علوم و فنون کا مرکز بن چکا تھا بڑے بڑے مشاہیر علماء و فضلاء یہاں موجود ہوئے اور ہر طرف طلبہ کیلئے درس گاہیں کھلی ہوئیں۔ [18] چنانچہ آپ ملتان تشریف لے گئے۔ [19] وہاں مولانا منہاج الدین ترمذی کی مسجد میں قیام فرما کر فقہ کی کتاب نافع کے مطالعہ میں مشغول ہوئے (۵۹۰ھ، ۱۱۹۳ء)۔

اتفاق سے انہیں دنوں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی (م ۶۳۳ھ) اوش [20] سے آتے ہوئے اسی مسجد میں قیام پذیر ہوئے آپ نے دیکھا کہ ایک خوبصورت اور خوب سیرت نوجوان صدقِ دل سے ایک کتاب کے مطالعے میں مصروف ہے آپ نے فرمایا: اے نوجوان کیا پڑھتے ہو؟ عرض کی 'نافع' خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے فرمایا کیا تجھے معلوم ہے کہ اس نافع (کتاب) سے نفع ہوگا عرض کی حضور اس کتاب سے نفع ہونا ہو مگر آپ کیا اک نظرِ کیمیا سے ضرور فائدہ ہوگا۔ [21] کتاب النافع کا مطالعہ کرتے ہوئے حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی نظر جونہی خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ پر پڑی۔ دل نے مان لیا کہ یہی میرا ہادی میرا مرشد ہے اور فوراً قدم بوس ہوئے۔ [22] اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے بیعت کی۔ [23] اور عقیدت مندوں میں

شامل ہو گئے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے بھی بہت توجہ فرمائی۔

اگرچہ سید محمد مبارک کرمانی نے لکھا کہ بابافرید اپنے مرشد کے ساتھ دہلی گئے اور وہاں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی بیعت کی مگر کثیر محققین اس بات سے متفق نہیں۔ بلکہ احتراماً تین میل تک بابافرید الدین گنج شکر اپنے مرشد کو چھوڑنے ضرور آئے مگر مرشد نے حکم دیا کہ فرید تم ظاہری علوم پر مکمل دسترس حاصل کرو اور پھر دہلی آنا۔ [24] دوسری بات جس میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا بابافرید الدین گنج شکر نے بیعت ملتان میں کی یا دہلی میں؟ تو اگر ہم اس موضوع پر گہری نظر سے مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ بابافرید الدین نے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے ملتان میں ہی بیعت کی خواجہ محمد غوث ستاری نے گلزارِ ابرار میں [25] شیخ الہدایہ بن شیخ عبدالرحیم نے سیر الاقطاب میں [26] اور عبدالرحمٰن چشتی نے مراۃالاسرار میں اس بات کی تائید کی ہے کہ بابافرید الدین گنج شکر نے ملتان میں ہی خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے پہلی مجلس میں ہی بابافرید الدین گنج شکر کو بیعت کیا ہو گا۔ [27]

حضرت بابافرید الدین مسعود گنج شکر کا سلسلۂ طریقت درج ذیل ہے:

حضرت بابافرید الدین گنج شکر (م ۶۶۴ھ پاکپتن) مرید حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی (م ۶۳۳ھ دہلی) مرید حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری (م ۶۳۲ھ اجمیر) مرید حضرت خواجہ عثمان ہارونی (م ۶۱۷ھ مکہ معظمہ) مرید حضرت خواجہ شریف زندنی (م ۶۱۲ھ بخارا) مرید حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی (م ۵۲۷ھ چشت) مرید حضرت خواجہ ناصر الدین ابویوسف چشتی (م ۴۵۹ھ چشت) مرید حضرت خواجہ ابو محمد ناصر الدین چشتی (م ۴۱۱ھ چشت) مرید حضرت خواجہ ابواحمد ابدال چشتی (م ۳۵۵ھ چشت) مرید حضرت خواجہ ابواسحٰق شامی (م ۳۲۹ھ شام) مرید حضرت شیخ ممشاد دینوری (۲۹۹ھ بغداد) مرید حضرت شیخ جنید بغدادی (م ۲۹۷ھ بغداد) مرید حضرت شیخ داؤد طائی (م ۱۶۵ھ بغداد) مرید حضرت شیخ حبیب عجمی (م ۱۵۶ھ بغداد) مرید حضرت شیخ خواجہ حسن بصری (م ۱۱۰ھ بصرہ) مرید حضرت علی کرم اللہ وجہہ (شہادت ۴۰ھ نجف)۔ [28]

حضرت بابافرید الدین گنج شکر نے ملتان میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد بغداد کا سفر کیا اور شیخ شہاب الدین سہروردی (م ۶۳۲ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے فیض حاصل کیا اسی دوران بغداد میں دوسرے بے شمار مشائخ کی زیارت سے فیض یاب ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت شیخ اجل شیرازی کی صحبت میں رہ کر فیض پایا اسی طرح بغداد کے باہر جنگلوں میں کئی بزرگان سے ملے اور بخارا میں شیخ سیف الدین باخرزی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا، اے فرید تیرا نام صوفیاء میں بہت بلند ہو گا اور ساتھ ہی ایک چادر دی جس کو بابافرید نے اوپر اوڑھ لیا۔ [29] اسی طرح وہاں سیوستان، غزنی اور بدخشاں کا سفر کیا اور سعد الدین حموی (م ۶۶۵ھ)، شیخ اوحد الدین کرمانی (م ۶۳۵ھ)، فرید الدین نیشاپوری (م ۶۲۷ھ) سے بھی فیض حاصل کیا۔ [30]

آپ نے بیت المقدس، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا سفر بھی کیا۔ روایات میں ملتا ہے کہ آپ نے ایک ہزار تین سو اسی مشائخ کی زیارت کی۔ [31] پھر وہاں سے ملتان میں بہاء الدین زکریا ملتانی سے ملے اور پھر یہاں سے پانچ سال بعد دہلی میں حضرت قطب الدین بختیار کاکی کی صحبت میں پہنچے۔ [32]

یہاں ایک بات کی وضاحت بہت ضروری ہے کہ اگر متقدمین مورخین نے بابافرید الدین گنج شکر کی سیاحت کے بارے میں واضح مواد فراہم نہیں کیا لیکن اس بات کا صریحاً انکار ممکن نہیں کہ بابافرید نے سیاحت کی کیونکہ بعض معتبر حوالوں سے یہ

ثابت ہے کہ بابا فرید نے کم از کم ایک بار بیرونِ ہند کا سفر ضرور کیا۔[33] فلسطین میں بابا فرید کے نام سے ایک خانقاہ منسوب ہے۔ چانگام میں شیخ فرید کے نام سے ایک چشمہ ہے۔ بنگلہ دیش میں ایک ضلع فرید پور ہے۔ بابا فرید کی سیاحت کے بارے میں آراء کچھ بھی ہو مگر انہوں نے ظاہری علوم بھی بہر حال حاصل کیے اور بے شمار مشائخ کی صحبت اختیار کی۔[34]

ہانسی میں قیام کے دوران ایک خواب میں دیکھا کہ مرشد خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ بلا رہے ہیں تین روز بعد دہلی پہنچے تو تین دل قبل مرشد وصال پا چکے تھے اور قاضی حمید الدین ناگوری نے مرشد کی وصیت کے مطابق جامہ، عصا، مصلیٰ اور لکڑی کے نعلین بابا فرید الدین گنج شکر کو دیے۔ آپ نے دو رکعت نفل پڑھ کر جامہ زیبِ تن کیا اور اس مقام پر تشریف لے گئے جہاں خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ تشریف فرما ہوئے تھے۔ تین روز قیام کے بعد جب باہر نکلے تو ہانسی سے آنے والا ''سرہنگا'' نامی آپ کا معتقد ملا اور شکایت کی کہ حضور تین دن سے آپ کے دیدار کا متمنی تھا مگر دربانوں نے اندر نہیں جانے دیا۔ بابا فرید الدین گنج شکر نے اسی وقت ہانسی جانے کا ارادہ کر لیا۔[35] جب لوگوں نے اعتراض کرنا چاہا تو فرمایا کہ میرے مرشد کی عطا کردہ نعمت محدود نہیں لا محدود ہے اور ہانسی تشریف لے آئے۔[36] یہاں ہانسی میں اگرچہ ابتدائی دن بہت سکون کے گزرے مگر مقامی بزرگ مولانا ترک نے لوگوں سے کہا کہ الگ تھلگ رہنے والا بزرگ بڑی ہستی ہے جب

شہرت عام ہوئی تو کھتوال جو کہ آبائی وطن تھا تشریف لے گئے اور وہاں گوشہ نشین رہے مگر یہاں بھی لوگوں نے بکثرت آنا جانا شروع کیا تو وہ مقام چھوڑ دیا اور اجودھن تشریف لے گئے۔[37] اجودھن کے حالات اور بابا فرید الدین گنج شکر کا یہاں قیام کے حوالے سے خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں:

''اجودھن کے باشندوں کے عقائد نہایت گھٹیا تھے وہ ضعیف الاعتقاد اور ان پڑھ تھے۔ تند خو اور بد مزاج تھے۔ جبکہ عبدالحق محدث دہلوی نے اجودھن کے لوگوں کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ لوگ ظاہر پرست سخت مزاج اور فقیروں کے دشمن تھے۔''[38]

بابا فرید الدین گنج شکر کا دہلی میں قیام نہ کرنا چشتیہ سلسلہ کے حق میں اتنا ہی مفید ثابت ہوا جتنا قطب الدین بختیار کاکی کا دہلی میں قیام کرنا۔ بابا فرید کا اجودھن میں قیام کرنا کا جو موقع ملا وہ سلسلہ چشتیہ کے حق میں بہت بہتر ثابت ہوا۔[39]

قاضی جاوید اجودھن کی تاریخ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''اجودھن کی بنیاد 611ء میں پڑی اور اس کا قدیمی نام ''شیریں پت اجگودھا'' تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس کے نام تبدیل ہوتے گئے۔ 1095ء سے لیکر بابا فرید الدین گنج شکر کی اس شہر میں آمد تک (تقریباً پانچ سو سال میں) اس کے 24 نام رکھے جا چکے تھے۔ یہ شہر کئی بار منہدم ہوا اور کئی بار آباد ہوا۔ 495ء میں اس کا نام اجودھن رکھا گیا اور بابا فرید الدین گنج شکر کی اس شہر میں آمد سے اس کا نام پاکپتن مشہور ہوا۔ جو آج تک زبانِ خاص و عام پر جاری ہے اگرچہ بابا فرید الدین گنج شکر کی آمد کے وقت یہاں مسلمانوں کا قبضہ تھا مگر اکثریت ہندوؤں کی آبادی تھی۔ (40)

آپ نے اجودھن میں قیام کے دوران بے شمار لوگوں کو اسلام کی تبلیغ کی۔ آپ نے نہایت سادہ زندگی بسر کی آپ نے اجودھن میں متعدد عورتوں سے شادی کی اور ان سے اولاد بھی ہوئی آپ نے اسی شہر میں جامع مسجد کے قریب اقامت اختیار کی اور اہل و عیال کیلئے جگہ مختص کی۔ اجودھن کی سکونت کے ابتدائی ایام میں آپ جنگلی پھل جیسے کیکر، پیلو اور ڈیلہ پر گزارہ کرتے رہے بلکہ اس اس کے جنگلی پھل بھی اس قدر میسر نہ آتے تھے کہ سیر ہو کر کھا سکیں۔[41] اجودھن میں قیام کے دوران آپ نے

بے شمار مجاہدات کیے اور روز و شب عبادتِ خداوندی میں گزارے آپ نے یہ دن انتہائی سادگی سے گزارے حتیٰ کہ آپ کا لباس تار تار ہو جاتا مگر نئے کپڑے نہ پہنتے۔ (42)

بابافرید نے اجودھن میں ایک درسگاہ بنوائی اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں:

''بابافرید ہر ایک سے اس کی صلاحیت کے مطابق گفتگو فرماتے اور امیر اور غریب کا یہاں کوئی امتیاز نہ تھا ہر آنے والے سے یوں ملتے گویا برسوں سے آشنا ہوں۔ظاہر اور باطن میں کمال درجہ ہم آہنگی رکھتے آپ کی درسگاہ ہر خاص و عام کیلئے تھی۔آپ کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا۔ (43)

ایک روایت کے مطابق آپ اجودھن میں 18 سال اور بعض روایات میں ہے کہ آپ 16 یا 24 سال یہاں مقیم رہے۔'' (44)

شوال ۶۶۳ھ میں نظام الدین اولیاء کو دہلی بھیجا اور پانچویں محرم میں انتقال فرماگئے۔ محرم ۶۶۴ھ کی پانچویں شب طبیعت بہت خراب ہو گئی۔ حالتِ استغراق اور بڑھ گئی ہوش آیا تو پوچھا میں نے نماز (عشاء) پڑھ لی؟ عرض کیا گیا جو پڑھ لی فرمایا ایک بار اور نہ پڑھ لوں اور دوبارہ اطمینان سے نماز ادا کی اور پھر حالتِ استغراق نے غلبہ کیا اور ہوش آنے پر پوچھا میں نے نماز پڑھ لی عرض کیا گیا جی پڑھ لی فرمایا ایک بار اور نہ پڑھ لوں۔ حتیٰ کہ تیسری بار اطمینان سے نماز پڑھی اور پھر وصال فرماگئے۔ (45)

جس رات آپ نے وصال فرمایا اس رات بار بار فرمارہے تھے کہ میں بھی اپنے مرشد خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے وصال کے وقت ان کے پاس نہیں تھا آج خواجہ نظام الدین اولیاء بھی میرے پاس موجود نہیں ہیں۔آخری لمحات میں بھی بار بار فرمارہے تھے کہ نظام آگیا؟ نظام تو آگیا مگر کیا فائدہ؟ (46) وصالِ مبارک کے وقت زبان پر ''یا حی یا قیوم'' کا ورد جاری تھا۔ (47) آپ کی وفات سہ شنبہ کے دن پانچ محرم الحرام کو ہوئی۔ سالِ وفات میں اختلاف ہے۔

عبدالرحمٰن چشتی نے مراۃالاسرار میں 668ھ اور 669ھ لکھا ہے۔ (48)

شیخ الہدایہ بن شیخ عبدالرحیم نے سیر الاقطاب میں 669ھ لکھا ہے۔ ''مخدوم'' سے سالِ وفات نکالا ہے۔ (49)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں 668ھ لکھا ہے۔ 59 سال عمر لکھی ہے۔ (50)

قاضی جاوید نے خزینۃالاولیاء کے حوالے سے 670ھ اور راحت القلوب کے حوالے سے 687ھ لکھا ہے۔ (51)

مگر جدید ترین تحقیق کے مطابق 664ھ 5 محرم الحرام بمطابق 15 اکتوبر 1265ء سہ شنبہ کے روز آپ کا وصال ہوا۔ (52) اور اس کی تائید داراشکوہ کی تصنیف سفینۃالاولیاء میں 95 سال عمر۔ (53) اور صوفی فہم وارثی کی تصنیف قصص الاولیاء (54) سے ہوتی ہے۔

جس وقت بابافرید الدین گنج شکر نے وصال فرمایا آپ کے پاس حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء موجود نہیں تھے بالکل اسی طرح کہ جس طرح حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے وصال کے وقت حضرت بابافرید الدین گنج شکر بھی پاس موجود نہ تھے۔ بابافرید الدین گنج شکر نے رات کو وصال فرمایا اور اسی رات نظام الدین اولیاء پاکپتن پہنچ گئے مگر اس وقت قلعہ کے دروازے بند ہو چکے تھے مجبوراً رات قلعہ کے باہر گزاری صبح کو دروازہ کھلا تو حضرت بابافرید الدین گنج شکر کا جنازہ قلعہ سے باہر دفنانے کیلئے لایا جارہا تھا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی خواہش کے مطابق آپ کو قلعہ کے اندر دفن کرنے کی تجویز منظور کرلی گئی۔ لحد بنائی گئی پکی اینٹیں نہ تھیں آپ کے گھر کے دروازے کے ساتھ کچھ پکی اینٹیں تھیں، اکھاڑا گیا اور وہی آپ کی

لحد میں استعمال ہوئیں۔[55]

جہاں آج کل آپ کا مزار ہے، اسی جگہ پر آپ کی قبر مبارک بنائی گئی تھی۔[56] بعد وفات حضرت بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت نظام الدین اولیاء نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے مزار مبارک کے جنوبی دروازے پر سرکارِ دو عالم ﷺ اور صحابہ کرام موجود ہیں اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکر فرما رہے ہیں کہ جو اس دروازے سے داخل ہو گیا امن میں رہے گا۔ بعد میں یہ دروازہ جنتی دروازہ مشہور ہو گیا۔ 5 محرم کو عرس کے موقع پر اس کو کھولا جاتا ہے اور ہر سال لاکھوں لوگ اس دروازے سے گزرتے ہیں۔ دیکھنے میں یہ بھی آیا ہے کہ گزرنے والے نعرہ لگاتے ہیں۔ اللہ محمد چار یار۔ حاجی خواجہ قطب فرید۔[57]

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر نے چار شادیاں کیں اور ان سے آپ کے 5 فرزند اور 3 صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔

1: خواجہ نصیر الدین ۲: خواجہ شہاب الدین ۳: خواجہ بدر الدین سلیمان

۴: خواجہ نظام الدین ۵: خواجہ یعقوب

۱: مستورہ بی بی ۲: شریفہ بی بی ۳: فاطمہ بی بی

بڑے صاحبزادے زراعت سے منسلک تھے اور نہایت متقی اور پرہیز گار طبیعت کے حامل تھے۔ شہاب الدین نے بہت وقت بابا فرید کے ساتھ گزارا۔ بدر الدین سلیمان بھی علم و فضل میں خاص حیثیت رکھتے تھے خواجہ نظام الدین کے بارے میں معروف ہے کہ بابا فرید کو سب سے زیادہ محبت نظام الدین سے تھی آپ فوج میں ملازم تھے۔ شیخ یعقوب سخاوت میں بہت مشہور تھے۔ طریقِ ملامیہ تھا بڑی صاحبزادی مستورہ بی بی نہایت عابدہ اور زاہدہ تھیں آخری عمر تک عبادت سے لگاؤ رہا۔ شریفہ بی بی بھی بہت نیک تھیں جوانی میں خاوند فوت ہو گیا عقدِ ثانی نہ کیا اور بابا فرید فرماتے ہیں کہ اگر عورت کو خلافت دینا جائز ہوتا تو میں شریفہ کو خلافت دیتا۔ تیسری صاحبزادی فاطمہ بی بی کی شادی بدر الدین اسحٰق سے ہوئی اور ان سے دو فرزند ہوئے۔[58]

آپ کی اولاد کثیر تعداد میں دنیا کے شرق و غرب میں پھیلی ہوئی ہے آپ کے بڑے صاحبزادے پاکپتن میں ہی پیدا ہوئے اور اسی مقام پر والد کے ساتھ دفن ہیں۔[59]

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر کے بے شمار خلفاء ہیں۔ شیخ الھدایہ نے سیر الاقطاب میں آپ کے درج خلفاء کا ذکر کیا گیا ہے۔[60]

(۱) حضرت علاؤ الدین علی احمد صابر (۲) حضرت شیخ نظام الدین اولیاء (۳) حضرت شمس الدین ترک پانی پتی (۴) حضرت شیخ جمال ہانسی (۵) حضرت شیخ یعقوب بن بابا فرید (۶) حضرت شیخ نظام الدین بن بابا فرید (۷) حضرت شیخ سلیمان بن بابا فرید (۸) حضرت شیخ شہاب الدین بن بابا فرید (۹) حضرت شیخ نصیر الدین بن بابا فرید (۱۰) حضرت شیخ بدر الدین اسحاق (۱۱) حضرت شیخ زین الدین دمشقی (۱۲) حضرت شیخ دہارو (۱۳) حضرت شیخ علی شکر ریز (۱۴) حضرت شیخ علی شکر بار (۱۵) حضرت شیخ محمد سراج (۱۶) حضرت شیخ جمال کامل (۱۷) حضرت شیخ نجیب متوکل (۱۸) حضرت شیخ عارف سیوستانی۔

**حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر کی خدمات**

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر نے دینی علوم پر مکمل دسترس حاصل کرنے کے بعد روحانی کمالات کے حصول میں کمال درجہ محنت کی۔ آپ نے مجاہدات کی کثرت کر کے راہِ تصوف پر چلنے والے صوفیاء کیلئے نئی جہتیں قائم کیں۔ روحانیت میں خاص حکمت اور عمل سے اسے عام لوگوں کیلئے قابلِ عمل بنایا۔ حضرت بابا فرید روحانی خدمات آسان تصوف پر درخشاں ستاروں

کی مانند روشن ہیں۔آپ سے لاکھوں طالبانِ حق نے روحانی فیض حاصل کیاآپ کی رشد وہدایت سے جو چشمۂ فیض جاری ہوااس کااثر بر صغیر پاک وہند کے کونے کونے پہنچ گیا۔(61)

بر صغیر میں جس قدر اسلام کی اشاعت ہوئی اس میں گراں قدر خدمات بابافرید الدین گنج شکر کی بھی تھیں۔چونکہ آپ نے بڑے بڑے صاحبِ سطوت بزرگوں سے تربیت حاصل کی اس وجہ سے آپ کے اندازِ تبلیغ میں خاص تاثیر تھی آپ نے مغربی پنجاب میں خاص طور پر اشاعتِ اسلام میں خاطر خواہ اضافہ کیانہ صرف یہ بلکہ سلسلۂ عالیہ چشتیہ کواصل وسعت اور استحکام بابافرید کی ذاتِ بابرکات سے نصیب ہوااور فی الحقیقت انہیں اس سر زمین میں سلسلۂ چشتیہ کا موسسِ ثانی کہا جاسکتا ہے۔(62)

اعجاز الحق قدسی حضرت بابافرید گنج شکر کی دینی و روحانی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے آپ کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

''حضرت بابافرید الدین گنج شکر وہ عظیم ہستی ہے جس کی رشد و ہدایت کی بدولت نہ صرف مسلمان مسلمان بنے بلکہ غیر مسلموں کی بڑی تعداد نے اسلام کو تہہ دل سے قبول کیا۔کہا جاتا ہے کہ تقریباً سترہ غیر مسلم قوموں نے بابافرید کی تبلیغ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔''(63)

**i۔روحانی تربیت کا نظامِ مربوط**

حضرت بابافرید الدین گنج شکر رشد وہدایت کیلئے خانقاہ میں بیٹھے تو مرشد کی طرح مال و متاع سے بے نیاز رہے اور فقر و فاقہ کی زندگی گزاری ایک مرتبہ بادشاہ ناصر الدین محمود (۱۲۴۶ء۔۱۲۶۶ء) اجودھن میں آپ کی خدمات میں حاضر ہوااور آپ کی صحبت سے متاثر ہو کر چار گاؤں کا فرمان اور کثیر رقم بطور ہدیہ پیش کی مگر حضرت بابافرید الدین گنج شکر نے یہ کہہ کر سب رقم واپس کر دی کہ ہمارے خواجگان ایسا کرنے سے منع فرماتے۔آپ اپنے مریدوں اور خلفاء کو بھی اربابِ حکومت سے دور رہنے اور ان سے دنیاوی مفادات نہ لینے کی تاکید فرماتے رہے۔(64)

گویا آپ نے اپنے مریدوں اور خلفاء کی اس طرح تربیت کی کہ جس طرح روحانیت کی تربیت کا حق تھا۔آپ نے روحانی منازل طے کرنے والے بے شمار صوفیاء کی اس انداز سے روحانیت کی کہ آنے والے کئی عشروں نہیں بلکہ کئی صدیوں تک آپ کا عطاکردہ روحانی نظام ہی مقبول عام رہا۔

حضرت سید محمد بن مبارک کرمانی المعروف میر خورد نے حضرت بابافرید الدین گنج شکر کی روحانی و دینی خدمات متاثر ہو کر ان الفاظ میں آپ کی خدمات کو بیان فرمایا:

''حضرت بابافرید الدین گنج شکر بر صغیر کے وہ عظیم بزرگ ہیں جنہوں نے ہندوستان کے لوگوں کو کہ جو اس وقت ظلمت اور معاصی کے سمندر میں غرق تھے بحر ظلمات سے نکال کر شاہراہِ بامراد پر لا کھڑا کیا۔''(65)

**ii۔ تبلیغِ اسلام کیلئے سفر**

آپ نے تبلیغِ اسلام کے سلسلہ میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں آپ نے ہندوستان کے گوشے گوشے میں اسلام کی شمع روشن کی صرف پنجاب ہی نہیں شمالی ہندوستان کے گوشے گوشے میں اسلام کو عام کرنے میں آپ نے اہم کردار ادا کیاآپ نے اسلام کو دُور دُور تک پھیلایا لوگ بہت دُور سے آپ کے پاس فیض پانے آتے۔(66)

آپ نے اسلام کی اشاعت کیلئے بیرونِ ہند کا سفر ضرور کیااس بات کی تصدیق کئی حوالوں سے ملتی ہے ڈاکٹر روبینہ ترین

صاحبہ نے ''ملتان کی ادبی اور تہذیبی زندگی میں صوفیاء کرام کا حصہ'' میں تحریر کیا ہے کہ بابا فرید گنج شکر برصغیر کے وہ پہلے صوفی بزرگ ہیں جنھوں نے تصوف کو عوامی تحریک کا روپ دیا آپ کا یہ بھی امتیاز ہے کہ آپ کی شہرت برصغیر سے آگے مختلف ممالک میں پہنچی اور صوفیانہ مسلک کی پرچار بہتر انداز سے کی۔ (67)

ڈاکٹر عبدالمجید سندھی لکھتے ہیں کہ :

'' بابا فرید نے بے شمار لوگوں کو روحانی فیض سے مستفیض فرمایا ہر وقت عقیدت مند پروانوں کی طرح آپ کے گرد جمع رہتے۔ ہندو جوگی بھی آپ کی خدمت میں آکر اسلام کے نور سے روشنی پاتے آپ ہاں امیر و غریب کا امتیاز نہ ہوتا ہر آنے والے سے یوں ملتے جیسے برسوں سے آشنا ہوں ہر شخص سے اس کی استعداد کے مطابق گفتگو فرماتے شاید یہی وجہ تھی کہ آپ کے اعلیٰ اخلاق نے بے شمار غیر مسلمانوں کو آپ کا گرویدہ بنا دیا اور لوگ جوق در جوق اسلام میں شامل ہوتے گئے آپ کی روحانی عظمت کردار کی بلندی انسان روشنی اور خلوص و محبت کی وجہ سے سلسلہ چشتیہ کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ آپ کے نظام اصلاح و تربیت نے ایک مستقل شکل اختیار کی آپ کے مریدوں اور خلفاء نے ملک کے گوشے میں چشتیہ سلسلہ کی خانقاہیں تعمیر کیں۔ (68)

**iii۔ مرکزِ اصلاح کا قیام**

حضرت بابا فرید الدین نے جب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے انتقال کے بعد خلافت سنبھالی تو یہ کہہ کر دہلی کو چھوڑ دیا کہ بیابان جنگلوں اور مختلف غیر مسلم اکثریتی بستیوں کا رُخ کیا کہ میرے مرشد کی عطا کردہ نعمت لامحدود ہے محدود نہیں۔ آپ کے اسی نظریے نے آنے والے دور میں یہ بات ثابت کر دی کہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے دہلی میں پُر سکون زندگی ٹھکرا کر اجودھن جیسی غیر مسلم اکثریتی بستی میں قیام نے دین اسلام کو کس قدر فائدہ دیا اور ساتھ ساتھ سلسلہ چشتیہ کو اس سے کس قدر فروغ ملا۔ حضرت بابا فرید گنج شکر نے اجودھن میں صوفیانہ روایت کے مطابق ایک جماعت خانہ تعمیر کیا اور وہاں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس جماعت خانے کے بارے میں قاضی جاوید تحریر کرتے ہیں :

'''اس کو ایسی خانقاہ قرار نہیں دینا چاہیے جس میں خارجی ماحول سے مطابقت رکھنے میں ناکام رہنے والے مجہول افراد پناہ لیتے تھے۔ اصل یہ ہے کہ یہ جماعت خانہ اس سماجی، معاشی نظریے اور آدرش کی تجسیم تھا۔ جس کا پرچار چشتی صوفیا کرتے تھے۔ اس لحاظ سے یہ ایک فعال اور تخلیقی مرکز تھا۔ قرونِ وسطیٰ کے برصغیر میں جب کہ سماجی تقسیموں پر زور دیا جانے لگا بابا فرید جیسے عظیم صوفیا ہی تھے۔ جنھوں نے اس قسم کے مراکز بنا کر انسان دوستی کو قائم رکھنے کے ذرائع متعارف کرائے۔'' (69)

**iv۔ مختلف طبقات کی اصلاح**

حضرت بابا فرید نے جب اجودھن میں قیام کیا تو وہاں اکثریت صوفیاء کی دشمن تھی مگر آپ کے حسنِ اخلاق سے یہ لوگ وقت کے ساتھ اسلام کے قریب آتے گئے اور بالآخر اسلام کے شیدائی بن گئے۔

حضرت بابا فرید نے ستائیس برس خدمتِ خلق اور اشاعتِ دین کا منصب احسن انداز سے سنبھالے رکھا اجودھن میں رشد و ہدایت کی بدولت بے شمار غیر مسلم اسلام کے نور سے منور ہوئے اگرچہ شروع میں لوگوں نے اجنبیت برتی اور اور حد درجہ مخالفت بھی کی اور اس معاملے میں سب سے زیادہ کاوشیں یہاں کے جوگیوں اور ساحروں نے انجام دیں مگر جب انہوں نے آپ کی عظمت و بزرگی کے آگے خود کو ناکام و نامراد دیکھا تو شاگردی کی درخواست کر کے اسلام میں داخل ہو گئے۔ علماء نے آپ کے ذوقِ سماع کی بدولت فتوے لگائے مگر آخر کار خاص و عام آپ کی شخصیت سے متاثر ہو کر روحانیت کے فیض سے مستفیض ہونے

لگے۔ (70)

آپ کے قائم کردہ مدرسہ کا دروازہ ہر وقت لوگوں کیلئے کھلا رہتا۔ آپ لوگوں سے حد درجہ اخلاق سے پیش آتے۔ ہر آنے والے سے یوں ملتے جیسے برسوں کے آشنا ہوں طہارت و صفائی ان کی فطرتِ ثانیہ تھی۔ صبح عبادت کے بعد دو دو گھنٹے طویل سجدہ کرتے مخلوق کی بخشش کی گڑگڑا کر دعائیں مانگتے گویا ہر آنے والا ان تک رسائی حاصل کر سکتا تھا۔ (71)

آپ کے سامنے مال کا ڈھیر لگا لگ جاتا مگر قناعت کی زندگی کو ترجیح دیتے۔ ایثار و سخاوت آپ کی زندگی میں بہت تھا۔ کھلا دستر خوان لگاتے اور لوگوں کو ہمیشہ خود پر ترجیح دیتے۔ (72)

دینِ اسلام سے متعلق آپ کی خدمات کا ایک اور پہلو آپ نے غیر تہذیب میں اسلام کو اس طرح سے جگہ دلوائی کہ اسلام کی تہذیب ایک برتر تہذیب بن کر سامنے آئی۔

سلطان ناصر الدین محمود کا وزیر اس خیال سے آپ کے سامنے حاضر ہوا کہ حضور دعا کریں کہ سلطان مجھے وارث بنا دے آپ نے اس انداز سے اسے اچھائی کی نصیحت کی کہ وہ شراب کا عادی اور برائیوں کا دلدادہ سب برائیوں سے توبہ تائب ہو گیا خدا نے اسے سلطنت بھی عطا کی اور غیاث الدین بلبن کے نام سے معروف ہوا۔ وہ آپ کی محبت سے اس قدر تبدیل ہوا کہ اشاعتِ اسلام میں گراں قدر خدمات انجام دینے لگا۔ وہ شب بیدار، نماز باجماعت پڑھنے والا، سفر و حضر میں وظائف پر استقامت پانے والا اور کبھی بے وضو نہ رہنے والا بن گیا۔ گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ بابافرید کی تبلیغ سے عام لوگوں سے لیکر حکمران طبقوں تک بہت سے لوگوں نے اسلام کو اپنے اندر سمو لیا۔ اور باعمل بن گئے۔ غرض یہ کہ بابافرید نے نہ صرف عام لوگوں کی اصلاح کی بلکہ حکمران طبقہ پر بھی اپنی بھرپور توجہ مرکوز رکھی اور ان کی زندگی کا رخ ہی بدل دیا۔ اس طرح سے امن و سلامتی قائم ہوئی کہ شریعت پر پابندی کی وجہ سے ایک صالح اور صحت مند معاشرہ تشکیل پایا اور عام لوگوں کو ظالموں، شریروں اور استحصال قوتوں سے تحفظ ملا۔ (73)

حضرت بابافرید الدین گنج شکر نے علومِ طریقت کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ علومِ شریعت کی اشاعت میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ آپ نے اپنے مدرسہ میں قرآن کی تعلیم، ناظرہ و تفسیر کا انعقاد کیا دیگر علومِ شریعت، حدیث، فقہ، مذاہب، تفسیر، اصول، زبان وغیرہ کی تدریس کا مناسب بندوبست کیا۔ قرآنِ حکیم کے بارے میں غیر معمولی علم کے حامل تھے چونکہ آپ نے اپنے دور میں ہر قسم کے علوم حاصل کر رکھے تھے اس لیے مشکل سے مشکل کتابوں کی آپ اپنے ارادت مندوں کو تعلیم دیتے۔ (74)

قرآن کی تعلیم کے بارے میں مولانا عبدالحیٔ نزہۃالخواطر میں لکھتے ہیں:

حضرت نظام الدین اولیاء نے آپ سے قرآنِ حکیم کے چھ پارے مع تفسیر اور عوارف المعارف کا کچھ حصہ سبقاً یاد کیا اور شیخ عبدالشکور سالمی نے کتاب التمہید پڑھی۔ (75)

گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ بابافرید کی دینی و روحانی خدمات ایک مسلمہ حقیقت ہیں۔ آپ نے علومِ شریعت کے بنیادی اصولوں سے لیکر علومِ طریقت کی اتھاہ گہرائیوں تک کی بلاامتیاز تدریس کی اس معاملے میں سفر و حضر کی صعوبتیں، غیر مسلموں کی رکاوٹیں، جوگیوں کا سحر آپ کے آڑے نہ آیا اور آپ کی خاص حکمت ہی کی وجہ سے اسلام غیر تہذیب میں نمایاں مقام بنا کر دنیا کے سامنے آیا۔

**خلاصہ کلام:**

یہ آرٹیکل حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کی حیاتِ مبارکہ، علمی و روحانی خدمات اور برصغیر میں ان کے دیرپا اثرات کا جامع مطالعہ پیش کرتا ہے۔ تحقیق میں آپ کے نسب، تعلیم و تربیت، سلوک و تصوف، اخلاقی تعلیمات، دعوتی اسلوب اور معاشرتی اصلاح کے مختلف پہلوؤں کا تنقیدی و تجزیاتی جائزہ لیا گیا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ آپ کی تعلیمات میں اخلاص، تقویٰ، محبتِ الٰہی، خدمتِ خلق، رواداری، صبر اور انسان دوستی جیسے بنیادی تصورات کو نمایاں کیا گیا ہے۔اس میں تاریخی و تحقیقی منہج اختیار کرتے ہوئے مستند مآخذ کی روشنی میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ حضرت بابا فریدؒ نے نہ صرف تصوفِ اسلامی کی ترویج میں اہم کردار ادا کیا بلکہ عوامی اخلاق، سماجی ہم آہنگی، روحانی تربیت اور مقامی زبان و ادب کے فروغ میں بھی گراں قدر خدمات انجام دیں۔ تحقیق اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ آپ کی تعلیمات عصرِ حاضر میں بھی اخلاقی تعمیر، رواداری, انسانیت سے محبت،اعتدال اور روحانی بالیدگی کے لیے مؤثر رہنمائی فراہم کرتی ہیں اور معاشرے میں امن اور باہمی احترام کے فروغ کا مضبوط ذریعہ ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

## حواشی و حوالہ جات

1 چشتی، عبدالرحمٰن، مرآۃالاسرار (۱۰۲۵ھ فارسی) مترجم کپتان واحد بخش، صوفی فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۸۲ء، ص ۱۹۵

2 میر خورد سید محمد بن مبارک کرمانی، سیر الاولیاء (۷۰۷ھ فارسی) مترجم غلام احمد بریاں، الکتاب، گنج بخش روڈ لاہور، ۱۹۸۲ء، ص ۶۵

3 روبینہ ترین، ڈاکٹر، ملتان کی ادبی اور تہذیبی زندگی میں صوفیاء کا حصہ، بیکن بکس، ملتان ۱۹۸۹ء، ص ۱۵۲

4 جاوید قاضی، برصغیر میں مسلم فکر کا ارتقاء، ادارہ ثقافتِ پاکستان ماڈل ٹاؤن لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۲۶

5 قدوسی اعجاز الحق، تاریخ سندھ، سلیمان اکیڈمی کراچی، ۱۹۶۲ء، ص ۳۵۶

6 عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر، پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، سنگِ میل پبلشرز لاہور، ۱۹۹۴ء، ص ۲۳۸

7 الہدایہ بن شیخ عبدالرحیم، سیر الاقطاب فارسی، ۱۰۵۶ھ مترجم معین دردائی، ص ۱۷۸

8 داراشکوہ، شہزادہ، سفینۃالاولیاء فارسی، ص ۱۳۲

9 جاوید قاضی، پنجاب کے صوفی دانشور، غلام علی اینڈ سنز انارکلی لاہور، ۱۹۷۹ء، ص ۴۵

10 فرید الدین عطار کے والد ابراہیم بن اسحاق تھا آپ نیشاپور کے نواح میں کدکن، ۵۱۳ھ میں پیدا ہوئے، شریعت، طریقت اور حقیقت کے علوم آپ پر عیاں تھے شاعر نہیں تھے مگر جو بولتے شاعری بن جاتی۔ طریقت کی چار سو کتب کا مطالعہ کیا۔ بے شمار اولیاء کی صحبت اختیار کی۔ ۷۷ سال اہل اللہ کے حالات جمع کرتے رہے۔ ۵۷ سال نیشاپور رہے ۲۹ سال شادباغ میں رہے۔ ۶۲۷ھ میں محلّہ شادباغ ۱۱۴ سال عمر میں وفات پائی وہاں حضرت کا بہت بڑا مزار ہے۔

[11] الہدایہ الشیخ بن شیخ عبدالرحیم سیر الاقطاب فارسی، مترجم معین الدین دردائی، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۷۹ء، ص ۱۸۵

[12] داراشکوہ، شہزادہ، سفینۃ الاولیاء فارسی، مترجم محمد علی لطفی، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۵۹ء، ص ۱۳۲

[13] حمید محسن، ادب سویر، سنگ میل پبلشرز فیصل آباد، ۲۰۰۵ھ، ص ۴۵۱

[14] الہدایہ شیخ بن شیخ عبدالرحیم، سیر الاقطاب فارسی، مترجم معین دردائی، ۱۸۵

[15] عبدالمجید میمن، سندھی، پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، ص ۲۳۸

[16] ضیاء الدین بن حافظ عبداللہ، خلاصۃ العارفین مترجم ڈاکٹر بشیر ملتانی، ص ۲۷

[17] میر خورد، سیر الاولیاء فارسی، مترجم غلام احمد بریاں، ص ۶۷

[18] شطاری، محمد غوثی گلزارِ ابرار (فارسی ۱۰۱۲ھ) مترجم کپتان فضل احمد جیوری، اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور، ۱۳۹۵ھ ص ۴۹

[19] دریار فرغانہ کے نزدیک ایک قصبہ ہے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی پیدائش اسی قصبہ میں ہوئی۔

[20] چشتی، عبدالرحمٰن، مرآۃ الاسرار (۱۰۲۵ھ فارسی) مترجم کپتان واحد بخش سیال، صوفی فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۸۲ء، ص ۱۹۶

[21] جاوید قاضی، پنجاب کے صوفی دانشور، ص ۴۵

[22] شطاری، محمد غوثی گلزارِ ابرار (فارسی ۱۰۱۲ھ) مترجم کپتان فضل احمد جیوری، اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور، ۱۳۹۵ھ ص ۴۹

[23] چشتی، عبدالرحمٰن، مرآۃ الاسرار (۱۰۲۵ھ فارسی) مترجم کپتان واحد بخش سیال، ص ۱۹

[24] شطاری، محمد غوثی گلزارِ ابرار (فارسی ۱۰۱۲ھ) مترجم کپتان فضل احمد جیوری، ص ۴۸

[25] الہدایہ بن شیخ عبدالرحیم، سیر الاقطاب فارسی، ۱۰۵۶ھ مترجم معین دردائی، ص ۱۷۸

[26] چشتی، عبدالرحمٰن، مرآۃ الاسرار (۱۰۲۵ھ فارسی) مترجم کپتان واحد بخش سیال، ص ۱۹

[27] نظامی، خواجہ عابد، مقدمہ، مترجم راحت القلوب بقلم نظام الدین اولیاء مترجم ملا واحدی، ص ۱۹

[28] چشتی، عبدالرحمٰن، مرآۃ الاسرار (۱۰۲۵ھ فارسی) مترجم کپتان واحد بخش سیال، ص ۱۷

[29] ایضاً، ص ۱۹۸

[30] میر خورد، سیر الاولیا فارسی، مترجم غلام احمد بریاں، ص ۶۷

[31] فرشتہ محمد قاسم، تاریخ فرشتہ فارسی، اردو ترجمہ تاریخ مشائخ کرام، ص ۴۴

[32] میر خورد، سیر الاولیا فارسی، مترجم غلام احمد بریاں، ص ۶۷

[33] جاوید قاضی، پنجاب کے صوفی دانشور، ص ۴۷

[34] ایضاً، ۴۸

[35] میر خورد، سید محمد بن مبارک کرمانی، سیر الاولیاء، ۱۹۸۱ء، ص ۸۰

[36] نظامی خواجہ عابد، مقدمہ مترجم راحت القلوب از نظام الدین اولیاء، ص ۲۴

[37] چشتی، عبدالرحمٰن، مرآۃ الاسرار (۱۰۲۵ھ فارسی) مترجم کپتان واحد بخش سیال، ص ۲۰۵

[38] نظامی خلیق احمد، تاریخ مشائخ چشت، دار المولفین اسلام آباد (س ن)، ص ۱۵۸

[39] عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار مترجم منیر رضا، ص ۱۱۷

[40] جاوید قاضی، پنجاب کے صوفی دانشور، ص ۵۳

[41] چشتی، عبدالرحمٰن، مرآۃالاسرار (۱۰۲۵ھ فارسی) مترجم کپتان واحد بخش سیال، ص ۲۰۵

[42] عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار مترجم منیر رضا، ص ۱۴۲

[43] نظامی خلیق احمد، تاریخ مشائخ چشت، ص ۶۱

[44] چشتی، عبدالرحمٰن، مرآۃالاسرار (۱۰۲۵ھ فارسی) مترجم کپتان واحد بخش سیال، ص ۲۰۶

[45] میر خورد، سید محمد بن مبارک کرمانی، سیر الاولیاء، ۱۹۸۱ء، ص ۹۷

[46] ایضاً، ص ۹۸

[47] عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار مترجم منیر رضا، ص ۱۴۸

[48] چشتی، عبدالرحمٰن، مرآۃالاسرار (۱۰۲۵ھ فارسی) مترجم کپتان واحد بخش سیال، ص ۲۱۲

[49] الہدایہ بن شیخ عبدالرحیم، سیر الاقطاب فارسی، ۱۰۵۶ھ مترجم معین دردائی، ص ۱۹۸

[50] عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار مترجم منیر رضا، ص ۱۴۲

[51] جاوید قاضی، پنجاب کے صوفی دانشور، ص ۶۰

[52] عبدالمجید میمن، سندھی، پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، ص ۲۴۲

[53] داراشکوہ، شہزادہ، سفینۃالاولیاء فارسی، مترجم محمد علی لطفی، ص ۱۳۱

[54] وارثی فہم صوفی، قصص الاولیاء، جہانگیر بک ڈپو، لاہور (سن)، ص ۲۲۹

[55] حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء (۷۲۵م) نے آپ کا مزار تعمیر کروایا اس اہتمام سے کہ ہر اینٹ پر ایک ختم قرآن کیا، حوالہ، نظامی خواجہ عابد، مقدمہ مترجم راحت القلوب از نظام الدین اولیاء، مترجم ملا واحدی، ص ۳۳

[56] میر خورد، سید محمد بن مبارک کرمانی، سیر الاولیاء، ۱۹۸۱ء، ص ۹۷

[57] وارثی فہم صوفی، قصص الاولیاء، ص ۲۲۹

[58] چشتی، عبدالرحمٰن، مرآۃالاسرار (۱۰۲۵ھ فارسی) مترجم کپتان واحد بخش سیال، ص ۲۱۲

[59] لکھنوی، عبدالحئ مولانا، نزہۃالخواطر وبہجۃالمسامع والنواظر عربی مترجم امام خان نوشہروی، مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۸۵ء، ص ۲۰۲

[60] الہدایہ بن شیخ عبدالرحیم، سیر الاقطاب فارسی، ۱۰۵۶ھ مترجم معین دردائی، ص ۱۹۸

[61] عبدالمجید میمن، سندھی، پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، ص ۲۴۰

[62] اکرام شیخ، آب کوثر، فیروز سنز پبلشرز لاہور، ۱۹۶۵ء، ص ۲۲۳

[63] قدوسی اعجاز الحق، تذکرہ صوفیائے سندھ، اردو اکیڈمی کراچی، ۱۰۵۹ء، ص ۳۵۶

[64] عبدالمجید میمن، سندھی، پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، ص ۲۴۰

[65] میر خورد، سید محمد بن مبارک کرمانی، سیر الاولیاء، (۷۰۷ھ فارسی) مترجم غلام احمد بریاں، الکتاب، ص ۶۵

[66] خطیب شاہ جہانی، مولانا معین الدین، حضرت خواجگان معین الدین چشتی اجمیری، مکتبہ نبویہ لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۳۰

[67] روبینہ ترین، ڈاکٹر، ملتان کی ادبی اور تہذیبی زندگی میں صوفیاء کا حصہ، ص ۱۵۲

[68] عبدالمجید میمن، سندھی، پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، ص ۲۴۱

[69] جاوید قاضی، پنجاب کے صوفی دانشور، ص ۵۳

[70] عبدالمجید میمن، سندھی، پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، ص ۲۴۱

[71] نظامی، خواجہ عابد، مقدمہ، مترجم راحت القلوب بقلم نظام الدین اولیاء مترجم ملاواحدی، ص ۱۷

[72] چشتی، عبدالرحمٰن، مرآۃالاسرار (۱۰۲۵ھ فارسی) مترجم کپتان واحد بخش سیال، ص ۲۰۶

[73] عبدالمجید میمن، سندھی، پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، ص ۲۴۲

[74] روبینہ ترین، ڈاکٹر، ملتان کی ادبی اور تہذیبی زندگی میں صوفیاء کا حصہ، ص ۱۶۱

[75] عبدالحئی مولانا لکھنوی، بریلوی، نزہۃالخواطر وبہجۃالمسامع والنواظر عربی مترجم امام خان نوشہروی، ص ۳۱۳